ڈاکٹر عرفان شہزاد

مطلقہ اور بیوہ کی عدت: ایک جائزہ

قرآن مجید میں طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد خواتین کو عدت پوری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عدت کا اصل مقصد قطعی طور پر یہ معلوم کرنا ہے کہ خاتون حمل سے ہے یا نہیں۔ طلاق کے بعد اگر وہ فوراً دوسری شادی کر لے تو بچے کا نسب مشتبہ ہو جائے گا۔ یہی سبب ہے کہ جس خاتون کو محض نکاح کے بعد طلاق دے دی جائے اور تعلق زن و شو قائم نہ ہوا ہو، اس پر شریعت نے کوئی عدت مقرر نہیں کی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَکَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡھُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡھُنَّ فَمَا لَکُمۡ عَلَیۡھِنَّ مِنۡ عِدَّۃٍ تَعۡتَدُّوۡنَھَا فَمَتِّعُوۡھُنَّ وَسَرِّحُوۡھُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا. (الاحزاب ۳۳: ۴۹)

’’ایمان والو، (اس لیے کہ) جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرتے ہو، پھر ہاتھ لگانے سے پہلے اُن کو طلاق دے دیتے ہو تو اُن پر تمھاری خاطر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کا تم شمار کرو گے۔ لیکن (اس صورت میں بھی ضروری ہے کہ) اُنھیں کچھ سامان زندگی دو اور اُن کو بھلے طریقے سے رخصت کرو۔‘‘

اسی بنا پر حاملہ عورت کی عدت وضع حمل مقرر کی گئی ہے، بچے کی ولادت اگر طلاق ملنے یا شوہر کی وفات کے دن ہی ہو جائے تو عورت پر عدت نہیں رہتی۔ شریعت نے یہ چند صورتیں ہمارے سامنے رکھ دی ہیں جن میں امکانِ حمل جب نہیں پایا گیا تو عدت بھی مقرر نہیں کی گئی، اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر مزید ایسی قطعی صورتیں ہمارے سامنے آ جاتی ہیں جن میں حمل کا امکان نہ پایا جائے تو وہاں بھی عدت لاگو نہیں ہو گی۔ مثلاً قطعی طور پر بانجھ خاتون، ایسی عمر رسیدہ کہ حمل کا امکان مفقود ہو، ایسی بیوہ جس کا خاوند سے تعلق زن و شو قائم نہ رہا ہو، نیز میڈیکل

رپورٹ سے بھی اگر قطعی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ عورت کو حمل نہیں ہے تو عدت پوری کرنے کی ضرورت لازمی طور پر نہیں ہو گی، یہ اس لیے کہ حمل کی حالت معلوم کرنے کا جو مقصد پیش نظر تھا، وہ حاصل ہو چکا ہے۔ ایسی صورت میں طلاق دینے والے مرد کو اپنی مطلقہ عورت سے رجوع کرنے کا حق بھی نہیں ہو گا، تاہم وہ اس سے نکاح ثانی کر سکتا ہے، اگر یہ تیسری دفعہ کی طلاق نہ ہو۔

یہاں چند سوالات یا اعتراضات پیدا ہوتے ہیں:

پہلا یہ کہ استقرار حمل کا امکان تو ایک حیض ہی سے ختم ہو جاتا ہے، عورت کو حمل ٹھیر جاتا ہے تو حیض آنا بند ہو جاتا ہے، تو پھر شریعت میں تین حیض کی مدت کیوں مقرر کی گئی ہے؟ اگر عورت کی عدت کی حکمت صرف یہ معلوم کرنا ہو کہ سابقہ خاوند سے اس کو حمل ہے یا نہیں، تو یہ مدت محض ایک حیض ہونی چاہیے تھی، لیکن شریعت نے طلاق یافتہ عورت کی عدت تین حیض، بیوہ کی چار ماہ دس دن اور غیر حائضہ کی تین ماہ مقرر کی ہے۔ اب چار ماہ دس دن اور تین ماہ تو بالکل واضح ہے کہ اس گنتی کا حمل کی حالت معلوم کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس عدت میں اصل حکمت نہیں، اللہ کا حکم ہے کہ جس پر ہر صورت اور ہر حال میں عمل ہو گا۔

دوسرا سوال یہ ہو سکتا ہے کہ میڈیکل سائنس کے مطابق مرد کا سپرم عورت کے رحم میں پانچ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتا، تو پھر عدت کے لیے تین حیض یا چار ماہ دس دن تک انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ عدت کے دوران مرد کا حق رجوع اوپر ہماری بیان کردہ تعبیر کی صورت میں ختم ہو جاتا ہے، جس سے شریعت کا ایک منشا فوت ہو جاتا ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک حیض سے ہمیشہ قطعی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ حمل ہے یا نہیں۔ طبی سائنس کے اعداد و شمار سے یہ واضح ہے کہ حمل کے پہلے تین ماہ (First Trimester) میں حیض نما خون آنا ۲۰ سے ۳۰ فی صد خواتین میں عام پایا گیا ہے، اور اس کی متعدد وجوہات بتائی جاتی ہیں۔ خصوصاً اگر حیض کے قریب مباشرت سے حمل ٹھیرا ہوا تو حیض کا خون بیش تر کیسز میں آتا ہے۔ اس لیے ایک حیض سے بغیر سائنسی ذرائع کے قطعی طور پر حمل کا نہ ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے شریعت نے حمل کی حالت قطعی طور پر معلوم کرنے کے لیے عدت مقرر کی۔ دوسرے سوال کا جواب بھی اسی میں مضمر ہے کہ جدید سائنسی ذرائع کی عدم موجودگی میں حمل ٹھیرنے یا ٹھیرنے کے امکان کے واضح ہونے کے لیے عدت کا وقت گزارنا ضروری تھا۔

مطلقہ، بیوہ اور غیر حائضہ کی عدت کی بظاہر مختلف مدتوں کے پیچھے دراصل ایک ہی اصول کارفرما ہے جس کی

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے:

شریعت کا منشا یہ ہے کہ عدت کی گنتی میں کوئی ابہام نہیں رہنا چاہیے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ. (الطلاق ۶۵:۱)

''اے نبی، تم لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دو تو اُن کی عدت کے حساب سے طلاق دو، اور عدت کا زمانہ ٹھیک ٹھیک شمار کرو۔''

اس لیے مرد کو یہ حکم ہے کہ وہ ایک ایسے طہر میں بیوی کو طلاق دے جس میں تعلق زن وشو نہ قائم ہوا ہو۔ اس کے بعد تین حیض سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ خاتون حمل سے نہیں۔ شوہر کی وفات کی صورت میں چونکہ شوہر پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی تھی کہ وہ ایسے طہر میں فوت ہو جس میں زن وشو کا تعلق قائم نہ کیا گیا ہو، اس لیے بیوہ کی عدت بڑھا کر چار ماہ دس دن کر دی گئی تاکہ تین حیض سے قبل تعلق قائم ہوا بھی ہو، تب بھی مزید ایک ماہ دس دن سے معاملہ قطعی طور پر واضح ہو جائے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

غور کیجیے تو حمل کا حال معلوم کرنے کی یہ مدت، طلاق اور بیوگی، دونوں کی عدتوں میں عملاً چار ماہ سے زائد بنائی گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ شرعی طریقہ سے طلاق دی گئی ہو تو ایسے طہر میں طلاق دی جانی چاہیے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس طہر سے پہلے حیض اور اس سے پہلے طہر میں مباشرت سے اگر حمل ٹھیرا ہو تو وہ طہر جس میں طلاق دی گئی اور اس سے اگلے تین حیض تک یہ مدت حمل کے لیے چار ماہ سے کچھ دن زیادہ بنتی ہے، یعنی تقریباً اتنی ہی جتنی بیوہ کی عدت ہے۔ بغیر کسی سائنسی ذریعہ کے حمل کی حالت معلوم کرنے کے لیے یہ کم سے کم قطعی مدت ہے۔ چار ماہ کا حمل نہ صرف نظر سے معلوم ہو جاتا ہے، بلکہ بچے کی حرکت بھی چوتھے ماہ سے شروع ہوتی ہے۔ گویا حمل کے معاملے میں کوئی ابہام نہیں رہتا۔ اگر حمل چھپانے کی کوشش بھی کی جارہی ہو تو وہ بھی اتنی مدت میں ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ چنانچہ دیکھا جائے تو مطلقہ اور بیوہ، دونوں کے حمل کی حالت معلوم کرنے کے لیے تقریباً ایک جتنی مدت مقرر کی گئی ہے۔

اگلی بات یہ ہے کہ جس طرح حائضہ کی عدت تین حیض مقرر کرنے میں یہ بات مضمر ہے کہ عدت کی مدت میں کسی ابہام سے بچنے کے لیے اسے ایسے طہر میں طلاق دی جانی چاہیے جس میں تعلق زن وشو قائم نہ کیا گیا ہو، اسی طرح غیر حائضہ کے معاملے میں بھی مرد پر یہی پابندی لگائی جائے گی کہ ایسی خاتون کو طلاق دینے سے پہلے ایک ماہ تک تعلق زن وشو قائم نہ کیا گیا ہو۔ اس کی خلاف ورزی کرنے پر وہی کارروائی کی جاسکتی ہے جو مطلقہ حائضہ کے معاملے

میں کی جاسکتی ہے۔اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو رہنمائی ہم تک پہنچی ہے، وہ یہ ہے کہ عدالت ایسے فیصلے کو کالعدم قرار دے کر مرد کو رجوع کا حکم دے سکتی ہے اور اگر حالات کا تقاضا ہو تو ایسی طلاق کو نافذ بھی کر سکتی ہے، تاہم اس پر نکیر کی جائے گی۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عدت کی مدت کے دوران مرد کے لیے رجوع کا حق اس مہلت کا ایک اضافی یا ضمنی فائدہ ہے۔ یہ ضمنی فائدہ اگر اصل ہوتا یا ایسا موثر ہوتا کہ عدت کو ہر حال میں برقرار رکھ سکتا تو مطلقہ غیر مدخولہ (جسے نکاح کے بعد صحبت سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو) کے معاملے میں بھی اس کی پابندی ہونی چاہیے تھی کہ یہاں تعلق حقیقتاً شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا، اور رجوع کا موقع بھی نہیں دیا گیا۔ ممکن ہے کہ تعلق اگر ایک بار شروع کرا دیا جاتا تو نباہ کی صورت بن جاتی، اور مرد اور خاتون اور ان کے خاندان اس قبل از وقت قطعِ تعلق کی تکلیف سے بچ پاتے۔ نیز یہی عدت وضع حمل کے بعد بھی ہونی چاہیے تھی کہ دنیا میں آنے والا بچہ باپ کی شفقت سے محروم نہ رہے، چنانچہ ایک طلاق یافتہ خاتون طلاق ملنے کے فوراً بعد اگر حمل سے فراغت پا جاتی ہے تو اس پر کوئی عدت نہیں رہتی۔

ایسی صورت میں مرد و عورت اگر دوبارہ ساتھ رہنا چاہیں تو نکاح ثانی کا دروازہ، البتہ کھلا ہوا ہے۔

ہمارے معروضی سماجی حالات میں عدت کے یہ پہلو لوگوں پر چونکہ واضح نہیں، اس لیے نزاعات سے بچنے کے لیے مجاز اتھارٹیز کو فریقین کی رضامندی اور اعتماد سے کوئی فیصلہ لینا چاہیے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org